حصہ نظم

مولانا ظفر علی خاں ــــــ (1873ء-1956ء)

شاعر کا تعارف: ظفر علی خاں نام ظفر تخلص، والد کا نام مولانا سراج الدین تھا۔ وزیر آباد اور پٹیالہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ظفر علی خاں نے علی گڑھ کالج سے بی۔اے کیا۔ علی گڑھ کے علمی اور ادبی ماحول نے ان کی ذہنی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ظفر علی خاں ترجمے کی خداداد صلاحیت رکھتے تھے۔ انہوں نے حیدر آباد میں بطور مترجم ملازمت بھی کی۔ 1909ء میں مولانا سراج الدین خان انتقال کر گئے، جس کے بعد مولانا ظفر علی خاں نے ہفتہ وار اخبار ''زمیندار'' کی ادارت کے فرائض سنبھالے۔ انہوں نے زمیندار کو ہفت روزہ کی بجائے روز نامہ بنا دیا اور اسے کرم آباد سے لاہور لے آئے۔ زمیندار اخبار نے انگریز کے خلاف آزادی کی جدوجہد میں تاریخی کردار ادا کیا۔ ظفر علی خاں کو قدرت نے شاعری کی بے پناہ صلاحیت عطا کی تھی۔ وہ صحافتی ضروریات پوری کرنے کے لیے تقریباً روزانہ نظم کہتے تھے۔ ان نظموں کے موضوعات ہنگامی اور سیاسی ہوا کرتے تھے۔ اسی لیے ان کی شاعری کا بڑا حصہ وقت کے ساتھ ساتھ قارئین کے مطالعہ سے خارج ہوتا چلا گیا لیکن ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کی مقبولیت آج بھی برقرار ہے۔ ظفر علی خاں زبان کی صفائی، محاورے کی شستگی اور روزمرہ کی درستی کے حوالے سے معروف ہیں۔ ان کا لہجہ زوردار ہے۔ جوش، ولولہ، بے ساختگی اور روانی ان کے کلام کی وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر نقاد انہیں اردو شعرا کی صف اول میں جگہ دیتے ہیں۔

1۔ مولانا ظفر علی خاں ۔۔۔ حمد

مرکزی خیال

خدائے بزرگ و برتر کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ اللہ سب کا رازق ہے۔ اس کی رحمت عام ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اس کے ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہے۔ اس کی گرفت اور انتقام سخت ہے۔ انسان کو ہمیشہ اس کے رحم کی طلب کرنی چاہیے۔

شعر 1: پہنچتا ہے ہر اک مے کش کے آگے دورِ جام اس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اس کا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ مے کش: شرابی ○ دورِ جام: پیالے کی گردش، شراب کا دور ○ تشنہ لب: پیاسا ○ لطفِ عام: عام رحمت

مفہوم: اس کا جام ہر مے کش تک پہنچتا ہے۔ اس کا لطفِ عام کسی کو پیاسا نہیں رکھتا۔

تشریح: حمد کے پہلے شعر میں مولانا ظفر علی خاں نے اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ وہ ہمیں

بتا رہے ہیں کہ اللہ سب کا پروردگار ہے۔ وہ سب کا پالنے والا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کا رازق نہیں بلکہ کفار کو بھی روزی وہی دیتا ہے۔ اس کا دورِ جام ہر ے کش تک پہنچتا ہے۔ یعنی اس کی نعمتیں سب کے لیے ہیں۔ بارش، ہوا اور سورج کی روشنی سے جیسے مومنین فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ویسے ہی منکرین بھی مستفید ہوتے ہیں۔ وہ ایسا داتا ہے جو دیتے ہوئے یہ نہیں دیکھتا کہ مانگنے والا کون ہے بلکہ ہر سوالی کی جھولی بھر دیتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو اس کے وجود کے منکر ایک سانس نہ لے سکیں۔ زمین پر قدم رکھ کر چل نہ سکیں۔ وہ چاہے تو زمین صرف مسلمانوں کے لیے رزق پیدا کرے اور کفار دانہ گندم کو ترس جائیں لیکن اس کی رحمت کو یہ گوارہ نہیں۔ وہ ایسا رحمٰن و رحیم ہے کہ اپنے منکروں کو بھی کھلاتا پلاتا ہے اسی لیے قرآن میں اسے رب المسلمین یا رب المومنین نہیں بلکہ رب العالمین کہا گیا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی آیت ہی واضح کر دیتی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں ہی کا پالنے والا نہیں بلکہ سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ''الحمدللہ رب العلمین'' اگلی آیت بتاتی ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے منکر اسے رب تسلیم کرے یا نہ کرے وہ اسے بھی رزق، ہوا، روشنی، پانی اور زندگی سے نوازتا ہے اس کی رحمت سب کے لیے ہے۔ وہ ایسا ساقی ہے جو کسی بے کش کو پیاسا نہیں رکھتا۔

شعر 2: گواہی دے رہی ہے اِس کی یکتائی پہ ذات اس کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے، ہے سچا ایک نام اس کا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **یکتائی:** ایک ہونا ○ **دوئی:** شرکت، دو سمجھنا ○ **نقش:** تصویر۔

نثر: اللہ کی ذات پاک اس کی یکتائی کی شہادت دے رہی ہے۔ اس کے شریک بنانے والے جھوٹے ہیں اور صرف اس کا نام ہی سچا ہے۔

تشریح: مولانا ظفر علی خاں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے لاشریک ہونے کے متعلق خوبصورت شعر کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خود اس کی یکتائی کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کائنات کا ایک ترتیب اور نظم و ضبط کے ساتھ قائم رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو چلانے والا کوئی ایک ہے۔ اگر کائنات کے خالق و مالک اور اسے چلانے والے ایک سے زیادہ ہوں تو کبھی ان میں اختلاف رائے بھی پیدا ہو اور اس اختلاف رائے کا نتیجہ کائنات کی تباہی کی صورت میں برآمد ہو۔ اللہ ایک ہے۔ اس کی مرضی ہے کہ سورج مشرق سے نکلے۔ اس کی مرضی کو چیلنج کرنے والا کوئی دوسرا موجود نہیں لہٰذا سورج ہر روز مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ اللہ کے وجود پر ایمان رکھنے والا ذرا سا غور و فکر کرے اور منطقی انداز میں سوچے تو یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ ایک ہے۔ واحد و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ الہامی مذاہب نے توحید کا درس دیا لیکن یہودیوں نے حضرت عزیزؑ اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہہ کر شرک کیا۔ بت پرستوں نے اللہ کے کئی شریک بنا لیے۔ ہندو ہزاروں لاکھوں دیوتاؤں کے پجاری بن بیٹھے۔ ظفر علی خاں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور وحدانیت کا واضح اعلان سورۃ اخلاص میں کیا ہے۔

ارشاد ہوا: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔"
ترجمہ: کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اسے جنا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں

شعر 3: ہر اِک ذرہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے
ہر اِک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اس کا

نثر: فضا کا ہر ذرہ اس کی داستان سناتا اور ہوا کا ہر جھونکا اس کا پیغام دیتا ہے۔

تشریح: ہر تخلیق اپنے خالق کا تعارف ہوتی ہے۔ ہم تصویر دیکھتے ہیں تو مصور کو پہچانتے ہیں۔ شعر سنتے ہیں تو شاعر کے فن کی داد دیتے ہیں۔ عمارت دیکھتے ہیں تو معمار کی مہارت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ گویا تصویر مصور کے فن کی دلیل، شعر شاعر کی قادر الکلامی کی علامت اور عمارت معمار کی ہنرمندی کا ثبوت ہے۔ بالکل اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا زندہ ثبوت ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اعلان کر رہا ہے کہ کوئی بنانے والا ہے۔ سورج، چاند اور ستارے کسی روشنی گر کا پتہ دیتے ہیں۔ پہاڑ اور سمندر کسی صاحب جلال تخلیق کار کے فن کا اظہار ہیں۔ پھول، رنگ اور خوشبو کسی صاحب جمال خالق کی تخلیق ہیں۔ انسان کا اپنا وجود اللہ تعالیٰ کے ہونے کی عظیم دلیل ہے۔ تمام مظاہر فطرت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہیں۔ ظفر علی خاں کہتے ہیں کہ ذرہ ذرہ اللہ کی قدرتِ کاملہ کی داستان سناتا ہے اور ہوا کا ہر جھونکا اس کی وحدانیت اور یکتائی کا پیغام دیتا ہے۔ ہر تخلیق ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کوئی خلق کرنے والا ہے۔ ہوا کے جھونکے اللہ کے وجود کا ثبوت ہیں۔

شعر 4: سراپا معصیت میں ہوں، سراپا مغفرت وہ ہے
خطا کوشی روش میری، خطا پوشی ہے کام اُس کا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **معصیت:** گناہ ○ **مغفرت:** بخشش ○ **روش:** عادت ○ **خطا پوشی:** گناہ پر پردہ ڈالنا ○ **خطا کوشی:** قصور کرنا، غلطی کی کوشش کرنا۔

نثر: میں سراپا گناہ ہوں اور وہ سراپا بخشش ہے۔ غلطی کرنا میری عادت اور غلطی کو چھپانا اس کا کام ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔ وہ ستار العیوب ہے۔ غفار الذنوب ہے۔ عیب چھپاتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ انسانوں کی اکثریت اس کی نافرمان ہے لیکن وہ ان نافرمانوں کو رزق دیتا ہے۔ اولاد سے نوازتا ہے۔ مشرکین کو بھی پالتا ہے۔ خدائی کے دعویداروں کو بھی کھلاتا پلاتا ہے۔ دنیا کے حاکم اپنے مجرموں کو سزا دینے میں لمحہ بھر کی تاخیر گوارا نہیں کرتے لیکن وہ احکم الحاکمین ایسا بخشنے والا ہے کہ معافی مانگنے والے کے زندگی بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔ ظفر علی خاں گنہگاروں کی نمائندگی کرتے ہوئے بہت عجز کے ساتھ کہتے ہیں کہ مولا! میں سراپا گناہ ہوں اور تو بخشش ہی بخشش ہے۔ میں جرم ہی جرم ہوں تو معافی ہی معافی ہے۔ میں خطا ہی خطا ہوں تو عطا ہی عطا ہے۔ تیری رحمت میرے ہر عیب کو چھپا لیتی ہے۔ خطا کرنا میری عادت ہے اور کرم کرنا تیرا کام ہے۔ تو خطا پوش ہے۔ میرے گناہ نہ صرف معاف کرتا ہے بلکہ انہیں دنیا

سے چھپا لیتا ہے تاکہ میری عزت اور وقار برقرار رہے۔

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا — پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر — لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

شعر 5: مری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی
کہ گرتے گرتے بھی میں نے' لیا دامن ہے تھام اُس کا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **افتادگی:** گرنا' بے بسی' عاجزی۔

نثر: میری بے بسی میرے لیے رحمت ثابت ہوئی کہ میں نے گرتے گرتے اُس کا دامن تھام لیا۔

تشریح: عام مشاہدے کی بات ہے کہ بعض اوقات مشکل اور نا موافق حالات زندگی میں اصلاح کا سبب بن جاتے ہیں۔ظفرعلی خاں بھی یہی بات کہہ رہے ہیں۔وہ اپنی بے بسی' عاجزی اور دنیاوی سہاروں سے محرومی کو اپنے لیے باعث رحمت قرار دے رہے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ میری بے بسی مجھ پر خدا کا احسان تھی۔جولوگ دنیاوی سہارے رکھتے ہیں وہ ہر مصیبت اور مشکل میں فطری طور پر ان سہاروں کی طرف دیکھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان کے مسائل انہی کے ذریعے حل ہو جائیں گے۔اس طرح ان لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے' جس کا کوئی سہارا نہ ہو وہ ہر مشکل اور ہر مصیبت میں صرف اللہ کو یاد کرتا ہے

ع ناخدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

دنیاوی سہاروں سے محروم آدمی کڑے وقت میں کسی وزیر' مشیر' رکن اسمبلی' افسر' چوہدری صاحب یا مل مالک سے مدد نہیں مانگتا' کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے کسی سے کوئی تعلق واسطہ ہی نہیں رکھتا۔اس کی یہ بے بسی اس کے حق میں رحمت ثابت ہوتی ہے کہ اس کا سرنیاز صرف بارگاہ ایزدی ہی میں جھکتا ہے۔وہ صرف اسی سے مدد مانگتا ہے جس سے واقعی مدد مانگنی چاہیے۔ظفرعلی خاں کہتے ہیں کہ میری عاجزی اور بے بسی خدا کی رحمت تھی۔مجھ پر مشکل آ پڑی تو میں نے غیر اللہ کا سہارا لینے کی بجائے اللہ سے مدد مانگی اور اسی کا سہارا لیا۔

شعر 6: ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمد ﷺ نے کلام اس کا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **حجت:** دلیل۔

نثر: انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہوگئی۔حضرت محمد ﷺ نے سب تک کلام اللہ پہنچا دیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے بنی نوع آدم کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ایک لاکھ سے زائد انبیا بھیجے۔سب انبیا نے اپنی قوم اور اپنے علاقے کے لوگوں تک دین حق پہنچایا۔پھر خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیا کسی مخصوص علاقے کی ہدایت اور کسی مخصوص قوم کی رہنمائی کے لیے بھیجے گئے تھے لیکن آپ ﷺ کو پوری دنیا اور پوری اولاد آدم کی رہنمائی کا فریضہ سونپا گیا۔آپ ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا

سلسلہ ختم ہوتا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو جامعیت و اکملیت عطا کی اور آپ ﷺ پر اپنی آخری کتاب بھی نازل فرمائی۔ قرآن پاک اور سیرت طیبہ میں قیامت تک تمام انسانوں کی رہنمائی کا سامان ہے۔ ایک لاکھ سے زائد انبیا جو دعوت اور دین حق لے کر دنیا میں آتے رہے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے اس دعوت اور دین کی تکمیل ہو گئی۔ قرآن پاک میں اس تکمیل کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا۔

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

ظفر علی خاں کہتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اللہ کا کلام بنی نوع آدم تک پہنچایا اس طرح اہل زمین پر اللہ کی حجت تمام ہو گئی۔ قبول حق کے لیے اب کسی ذی ہوش شخص کو کسی اور الہامی کتاب یا کسی اور پیغمبر کی کوئی ضرورت نہیں۔

• **شعر 7:** **بجھاتے ہی رہے پھونکوں سے کافر اس کو رہ رہ کر**
مگر نور اپنی ساعت پر رہا ہو کر تمام اس کا

نثر: کفار نورِ ہدایت کو بجھانے کے لیے پھونکیں مارتے رہے لیکن اس کے نور کو فتح حاصل ہوئی۔

تشریح: مولانا ظفر علی خاں نے تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں دین حق کے خلاف کفار کی سازشوں اور بالآخر دین حق کے غالب آنے کا مضمون خوبصورت انداز میں نظم کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ والوں کو ہر دور میں باطل قوتوں کی مخالفت اور دشمنی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بادشاہ وقت نے آگ میں پھینکا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف برسرِ پیکار رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش ہوئی۔ مشرکین مکہ نے حضرت محمد ﷺ کو مظالم کا نشانہ بنایا۔ ان سب کفار کی انبیا سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی بلکہ کفار تو اللہ کے دشمن تھے۔ وہ نورِ حق سے عداوت رکھتے تھے۔ ان کی کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ دنیا پر کفر، شرک، ظلم، ناانصافی اور جہالت کی حکمرانی قائم رہے اور ایمان کا نور پھیلنے نہ پائے۔ ابلیس کے بہکائے ہوئے لوگوں نے ہر دور میں چراغِ ہدایت کو پھونکیں مار مار کر بجھانا چاہا مگر

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں آخری فتح حق کی ہی۔ نمرود مچھر کے ہاتھوں ذلت کی موت مارا گیا۔ فرعون اپنے ساتھیوں سمیت دریا میں غرق ہو گیا۔ بدر میں 313 مجاہدین اسلام نے ایک ہزار کفار کو شکست دی اور ابوجہل فنافی النار ہوا۔ چند برس بعد ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ اسی مکہ میں بطور فاتح داخل ہوئے جس